سوال

(139) مزدلفہ کے علاوہ بھی کسی جگہ نمازیں جمع کرنا جائز ہے۔ یا نہیں؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزدلفہ کے علاوہ بھی کسی جگہ نمازیں جمع کرنا جائز ہے۔ یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مزدلفہ میں جمع کرنا ثابت ہے اسی طرح سفر میں جمع تاخیر صحیح وغیرھما کی روایات سے ثابت ہے اور جمع تقدیم صحیحین میں نہیں البتہ دوسری کتب حدیث کی روایات سے ثابت ہے۔ اور یہ روایات درجہ صحت تک پہنچ جاتی ہیں۔ اسی طرح بارش کے لیے بھی جمع کرنا ثابت (۱) ہے۔ البتہ بلا عذر جمع کرنا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، ہر زمانے میں خاص طور پر اس زمانے میں اس پر بہت سے رسائل لکھے گئے ہیں۔

۱: بارش میں جمع تقدیم کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں صرف استدلال یا بعض تابعین کا تعامل ہے جو نص صریح کے مقابل حجت نہیں۔ سعیدی

جو لوگ مطلق جواز کے قائل ہیں وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جو صحیحین میں بایں الفاظ وارد ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالمدینۃِ سبعًا وَثمانیًا الظهر والعصر والمغرب والعشا۔

مسند احمد، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی اور ابوداؤد میں بایں الفاظ مروی ہے۔ جمع بین الظهر والعصر وبین المغرب والعشاء بالمدینة من غیر خوفٍ ولا سفر یعنی آپ نے بلا خوف اور بلا سفر نمازیں جمع کیں۔ جمہور کی طرف سے اس کے بہت سے جواب دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت نے بوجہ مرض ایسا کیا، لیکن ایسی صورت میں اس کا ذکر دینا چاہیے تھا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی معیت میں ایسا کیا، تعجب ہے کہ نووی رحمہ اللہ نے اس جواب کو قوی قرار دیا ہے۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ بادل کی وجہ سے وقت کا صحیح اندازہ نہ ہوسکا۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو بادل چھٹا معلوم ہوا کہ نمازِ عصر کا وقت ہوچکا ہے۔ ظاہر یہ جواب تکلفات سے معمور ہے حالاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس لیے کیا ہے کہ امت تنگی میں نہ پڑے، اگر بادل کا قصہ درست ہے۔ تو اس قول کا مطلب کیا ہوگا، ایک جواب یہ ہے کہ جمع حقیقی نہ تھی صوری تھی اس جواب کو نووی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس جواب کو نووی رحمہ اللہ ضعیف قرار دے رہے ہیں قرطبی نے اسے مستحسن قرار دیا۔ امام الحرمین نے اسے راجح کہا۔ ابن ماجشون اور طحاوی نے اسے پسند کیا۔ ابن سید الناس نے اسے قوی قرار دیا۔ انہوں نے تصریح کی ہے کہ ابوالشعثاء کہ جو اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بھی اسے جمع صوری قرار دیتے ہیں۔ شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اسی توجیہ کو ترجیح دی ہے پھر نسائی کی ایک روایت میں صراحت بھی موجود ہے۔ صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الظهر و

العصر جمیعًا والمغرب والعشاء جمیعا اخر الظھر و عجل العصر واخر المغرب و عجل العشاء یعنی آپ ﷺ نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء جمع کیں، ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کیا اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کیا۔ اس روایت سے حقیقت حال واضح ہو جاتی ہے۔ نیز حضرت جبریل کی حدیث اور اس پر مزید آنحضرت ﷺ کا زندگی بھر کا عمل کہ ہر نماز اس کے اپنے وقت پر پڑھی جاتی تھی، پھر بھی اسی موقف کی تائید کرتے ہیں کہ یہ جمع صوری تھی۔ اس کے علاوہ صحیحین میں عمرو بن دینار سے منقول ہے کہ انہوں نے ابو الشعثاء سے پوچھا: اظنہ اذا لظھر و عجل العصر واخر المغرب و عجل العشاء قال وانا اظنہ۔ یعنی میرا خیال ہے آپ نے ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کیا ہوگا۔ اسی طرح مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کرلیا ہوگا۔ ابو الشعثاء نے کہا ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔ اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بخاری، مؤطا امام مالک، نسائی اور ابوداؤد میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا ما رایتُ رسول اللہ ﷺ صلوۃ بغیر میقاتھا الا صلواتین جمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفۃ کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے وقت کے بغیر کوئی نماز پڑھی ہو البتہ مزدلفہ میں دو نمازیں پڑھیں مغرب اور عشاء کو جمع کیا کے پڑھا۔ (دوسری فجر کہ اسے وقت سے پہلے پڑھا) یاد رہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی مدینہ میں جمع صلوتین کی حدیث کے راویوں میں سے ہیں۔ اب اس روایت اور دوسری روایات جمع فی المدینہ میں تعارض ختم کرنے کی صرف یہی صورت ہے کہ اس جمع کو جمع صوری قرار دیدیا جائے ابن جرید کی یہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ عن ابن عمر قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فکان یؤخر الظھر ویعجل العصر فیجمع بینھما ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینھما یعنی ظہر کو تاخیر سے اور عصر کو جلدی پڑھا اسی طرح مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کیا اور جمع کر کے پڑھا۔ ظاہر ہے یہ جمع صوری ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ میں سے ہیں جو جمع فی المدینہ کے راوی ہیں لہٰذا کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جمع صوری شارع علیہ السلام سے وارد نہیں تو غلط فہمی میں ہے آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے مستحاضہ کو کہا وان قویت علی ان تؤخری الظھر و تعجل العصر فتغتسلین و تجمعین بین الصلوتین اگر تو ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کر کے غسل کے بعد ان دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکے (تو ایسے کرے) اسی طرح مغرب اور عشاء کے متعلق فرمایا۔ یہ حدیث ثابت ہے اور حدیث کی تقریباً تمام کتابوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ بلاشبہ جمع صوری ہی ہے۔ خطابی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اسے جمع صوری پر محمول کرنا درست نہیں اس لیے کہ اس طرح نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھنا بہت مشکل ہے عوام تو کجا خواص بھی اس کو محسوس نہیں کر سکتے اس لیے یہ سہولت کی بجائے تنگی ہے۔ لیکن خطابی رحمہ اللہ کا یہ کہنا درست نہیں اس لیے کہ آپ ﷺ نے اوقاتِ نماز بمعہ علامات اس وضاحت سے بتائے ہیں کہ عوام و خاص ان سے مطلع ہیں اور انہیں آسانی سے محسوس کر سکتے ہیں۔ نیز سہولت یہ ہوگی کہ دو بار کی بجائے ایک ہی دفعہ نماز کی تیاری کرنا پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اور آنحضرت ﷺ کا ساری حیاتِ طیبہ کا عمل یہی ہے کہ نماز اوّل وقت میں پڑھی جائے لیکن اس جمع صوری سے آپ ﷺ نے امت کے لیے سہولت کر دی کہ نمازوں میں سے کسی کا وقت بھی فوت نہ ہو اور انہیں جمع کر کے بھی پڑھ لیا جائے، رہی جمع تاخیر یا جمع تقدیم تو وہ صرف مزدلفہ میں ثابت ہے۔ یا سفر اور بارش کی حالتوں میں، ورنہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کے مصداق نماز اپنے وقت کے ساتھ فرض ہے۔ نیز آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لیس التفریط فی النوم انما التفریط فی البغظۃ بان تؤخر الصلوۃ حتی ید خل وقت اخری۔

اگر کوئی نماز کے وقت نیند سے مغلوب ہو جائے تو کوئی حرج کی بات ہے کہ جاگتے ہوئے دانستہ اتنی تاخیر کر دے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

نیز فرمایا:

من جمع بین الصلوتین من غیر عذرٍ فقد اتی باب من ابواب الکبائر۔

کہ جس نے بلا عذر دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔

اس کے علاوہ آپ نے نماز کو وقت پر نہ پڑھنے والوں کی مذمت فرمائی۔ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلا عذر جمع کو جائز کہنے والے آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں۔ اور جن دلائل سے وہ استدلال کرتے ہیں۔ وہ ان کے مطلوب پر دلالت نہیں کرتے۔ وعلی نفسھا براقش تجنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ (الدلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ۳۸۶)

[فتاویٰ علمائے حدیث]

جلد04 ص222-225

محدث فتویٰ